ترجمہ و تلخیص

اندلسی مسلمانوں کا دورِ مظلومی

مترجم: جناب صاحب عالم اعظمی ندوی

اندلس میں اسلامی حکومت کے زوال کے بعد عیسائی حکومتوں کے زیرِ سایہ رہنے والے مسلمان (جنھیں 'موریسکیون' کا نام دیا گیا ہے) ایک طویل مدت تک ان کے ظلم و بربریت کا نشانہ بنے رہے۔ انھیں بہ جبر عیسائی بنالیا گیا اوران کی تمام مذہبی کتابیں ضبط کرلی گئیں، لیکن اس الم ناک ماحول میں رہنے کے باوجود انھوں نے اپنے دینی تشخّص کو، جتنا ان سے ہوسکا، باقی رکھا، نیز اسلامی عقیدے اور شعائر کی حفاظت کی۔ ان مظلوم مسلمانوں نے اس مدت میں کچھ نوشتے تیار کیے تھے، جن میں اپنی مظلومیت کے احوال بیان کیے ہیں اور نئی نسل کی تربیت کے لیے دینی عقائد و مراسم کا تذکرہ کیا ہے۔ ان لوگوں نے اس لٹریچر کو عیسائی حکومتوں کے کارندوں، نیز عیسائی معاشرہ کے خوف سے چھپائے رکھا۔ بعد میں جب مسلمانوں کو مکمل طور سے اندلس سے جلاوطن کردیا گیا تو یہ لٹریچر اندلس ہی میں دفینہ بنارہا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کا انکشاف ہوا، جس کے نتیجے میں اندلسی مسلمانوں کے دورِ مظلومی کے احوال و حقائق سے پردے اٹھنے لگے۔ اسے 'الخمیادی ادب' (La Literature Algamida) کا نام دیا گیا ہے۔ اس لٹریچر کی اہمیت یہ ہے کہ اس کے ذریعے اندلس میں مسلم حکم رانی کے خاتمہ کے بعد وہاں رہ جانے والے مسلمانوں کے صحیح احوال کا علم ہوتا ہے اوران کے اعتقادات و افکار، رہن سہن اور عادات و اطوار پر روشنی پڑتی ہے۔

ڈاکٹر رین ہولڈ کونٹزی (Reinhold Kontzi) کو الخمیادی ادب سے خصوصی دل چسپی ہے۔ موصوف مغربی جرمنی کی ایک یونی ورسٹی میں پروفیسر ہیں۔ انھوں نے موریسکیون کے حوالے سے دریافت شدہ متعدد مخطوطوں کو تحقیق کے ساتھ شائع کیا ہے۔ ان کے تعارف پر مشتمل پروفیسر موصوف کا ایک مقالہ (جو اسپینی زبان میں لکھا گیا تھا)

معہد عربی اسپین کے میگزین 'اوراق' میں سنہ ۱۹۷۹ء میں شائع ہوا تھا۔ قاہرہ یونی ورسٹی مصر کے پروفیسر ڈاکٹر عبداللہ جمال الدین نے اس مقالہ کا عربی میں ترجمہ کیا، جوان کے نوٹ کے ساتھ کلیہ دارالعلوم، جامعہ قاہرہ کے میگزین میں شائع ہوا۔ ہم ان کے شاگرد جناب صاحب عالم اعظمی ندوی کے شکرگزار ہیں کہ انھوں نے اس مقالہ کا عربی سے اردو میں ترجمہ کیا ہے، جس سے اردو خواں قارئین کو بھی اندلس کے ناگفتہ بہ حالات اور مسلمانوں کی دینی جدوجہد کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ (رضی الاسلام)

سنہ ۷۱۱ء میں اسلامی لشکروں نے شبہ جزیرہ ایبریا پر حکومت کرنے والی قوم (قوط) کو شکست دی اور ان کی لشکرکشی جاری رہی، یہاں تک کہ انھوں نے چند برسوں میں پورے اسپین کو فتح کرلیا۔ اسلامی فتوحات کے دائرہ میں نہ آنے والے جوتھوڑے بہت علاقے بچ رہے تھے وہ دراصل پہاڑی تھے۔ یہ غیر مفتوح علاقے بعد میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف برپا ہونے والی ان عیسائی تحریکوں کی آماج گاہ بن گئے، جن کوتاریخ میں بازیافتگی (اعادۃ الفتح) کے نام سے جانا جاتا ہے، لہٰذا ان علاقوں کو بعد میں کافی اہمیت حاصل ہوگئی تھی۔

جہاں تک شبہ جزیرہ ایبریا کے اہم اور وسیع تر علاقوں کا تعلق ہے، جنھیں عربوں نے اندلس کا نام دیا تھا، ان کے باشندوں نے صرف اسلام ہی قبول نہیں کیا، بلکہ اسلامی ثقافت کو گلے لگایا اور عربی زبان سیکھی کہ یہ اسلامی ثقافت کے اظہار کا سب سے بڑا ذریعہ تھا۔

اس وقت اندلس کی آبادی چھ ملین نفوس پر مشتمل تھی، جن میں صرف پچاس ہزار عربی نژاد تھے، بقیہ لوگ قوم بربر سے تھے، یا پھر اس ملک کے اصلی باشندے تھے، جو باقی ماندہ قوطیوں میں ملے جلے تھے۔ ہم 'اسپین' کا اطلاق ان ہی باشندوں پر کریں گے۔

ان اسپینیوں کی اکثریت نے بہت آسانی سے اسلام قبول کرلیا تھا۔ اسلام نے ان کو غلامی کے زنجیروں سے آزاد کرایا اور انھیں سارے انسانی حقوق سے نوازا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو تاریخ میں Muladies کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ اصطلاح عربی زبان کے لفظ 'مولّدین' سے ماخوذ ہے۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کرنے کے ساتھ اسلامی عقیدے کا بہت گہرائی سے مطالعہ کیا اور عربی زبان کو اپنی مادری زبان کا درجہ دیا کہ اس کے بغیر اسلامی ثقافت

کی گہرائیوں میں جانا ممکن نہیں تھا، لیکن اسی کے ساتھ انھوں نے اپنی پہلی مادری زبان رومن ہسپانوی کی بھی حفاظت کی۔

ان اسپینیوں کی اچھی خاصی تعداد ایسی بھی تھی جو اپنے عیسائی مذہب پر قائم رہی۔ ان کی اکثریت شہروں میں رہتی تھی۔ انھوں نے اگرچہ اسلام قبول نہیں کیا، مگر عربی ثقافت سے اتنے متاثر ہوئے کہ عربوں کے نقش قدم پر چلے اور ان کی ثقافت کو دل و جان سے قبول کیا۔ یہ جماعت تاریخ میں Moz Arabe کے نام سے مشہور ہوئی، جو دراصل عربی زبان کے اسم فاعل 'مستعرب' سے مشتق ہے، جس کا مطلب ہے ایسا شخص جو عربوں کی تقلید کرے اور ان کی ثقافت کا حصہ بن جائے۔ ابتدائی دور میں ان کی تعداد کافی تھی، لیکن زمانہ گزرنے کے ساتھ ان کی تعداد کم ہوتی گئی، نیز ان کی سیاسی اور ثقافتی اہمیت ختم ہوگئی، پھر چند صدیاں بھی نہیں گذریں کہ اندلس متواتر شکست کے نتیجہ میں ایک چھوٹے سے علاقے میں محدود ہوکر رہ گیا، جس کے باشندوں میں ایک عام مشابہت یہ تھی کہ وہ اپنے دین و ثقافت میں دوسروں سے الگ تھے اور عربی زبان کے ساتھ رومینٹک اسپینی زبان بولتے تھے۔

عیسائیوں کے دوبارہ غلبہ کا یہ عمل کئی مرحلوں میں مکمل ہوا۔ پہلا مرحلہ کئی صدیوں تک چلتا رہا۔ اس مرحلے میں عیسائیوں کے آگے بڑھنے کی رفتار کافی سست رہی، جب کہ مسلمانوں کو ہمیشہ جنگی و سیاسی فوقیت کی وجہ سے پیچھے پلٹنے کا وقت ملتا رہا، لیکن پھر ان میں کمزوری آگئی، جس کی وجہ سے عیسائیوں نے سنہ ۱۰۶۵ء میں طلیطلہ پر قبضہ کرلیا۔ دوسرے دور کی رفتار تیز رہی، جو عیسائیوں کے سنہ ۱۱۷۱ء میں ترویلہ پر قبضہ کے بعد ختم ہوا۔ یعنی صرف ایک صدی سے بھی کم مدت میں عیسائیوں نے کافی علاقے مسلمانوں سے چھین لیے، جن میں بہت سے ایسے متمدن شہر بھی تھے، جو اسلامی تمدن و ثقافت کے گہوارے تھے۔

اسپین میں اس مرحلہ میں مغلوبین کے ساتھ رواداری کا سلوک غالب رہا اور عیسائیوں نے ان خطوں میں آباد مسلمانوں کے ساتھ دینی و ثقافتی رواداری روا رکھی، جس کے نتیجہ میں ایک ایسی اقلیتی اسلامی جماعت کا وجود عمل میں آیا جو تاریخ میں Los Mudejares کے نام سے معروف ہوئی، یعنی وہ موریسکیون یا مدجنون جو عیسائی حکومت کے سائے میں رہے۔

جہاں تک لفظ Mudejar کا تعلق ہے وہ عربی زبان کے لفظ 'مُدجَن' سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں کسی جماعت کو کہیں رہنے کی اجازت دینا اور اس کے ساتھ دینی، سیاسی اور معاشرتی رواداری برتنا۔ ان اجازت یافتہ مدجنون کی تعداد کافی تھی، لیکن ان کی اکثریت درج ذیل مختلف اسباب کی بنا پر اراجون کے علاقہ میں سکونت پذیر تھی۔

اراجون کے بادشاہ نے بہت ہی تھوڑی مدت میں مسلمانوں سے کافی زمینیں چھین لی تھیں، لیکن عیسائی حکومت کے لیے ممکن نہیں تھا کہ وہ ان بسے ہوئے مسلمانوں کو فوری طور پر جلاوطن کر سکے، نہ ان کا فوری طور پر انخلا کر کے کسی دوسری قوم کو ان کی جگہ لے آئے۔ جہاں تک ارجوانی عیسائیوں کا تعلق تھا تو ان کے اندر اتنی انتظامی اور اقتصادی صلاحیت نہیں تھی کہ ملک کی اقتصادی ترقی بحال رکھنے کے لیے ان پر بھروسہ کیا جا سکے، لہٰذا عیسائی حکومت کے اہل کاروں کی رائے یہ ٹھہری کہ ان مغلوب مسلمانوں کے ساتھ وقتی طور پر رواداری برتی جائے اور انھیں سارے حقوق دیے جائیں، تاکہ ان کے علمی اور عملی تجربات سے مکمل فائدہ اٹھا کر ایک ایسی نسل تیار کی جائے جو مستقبل میں ان مسلمانوں کا خلا پر کر سکے۔ یہ سیاست کافی کامیاب رہی، جسے دوسرے علاقوں میں بھی عیسائی حکومتوں نے اپنایا۔ مثال کے طور پر تیرہویں صدی عیسوی کی تیسری دہائی میں بلنسیہ پر عیسائی غلبہ کے وقت بھی یہی سیاست اپنائی گئی، جس کے نتیجہ میں یہاں بھی مدجنین کی تعداد میں مزید اضافہ ہوگیا، لیکن اسپین کے دوسرے علاقوں کے مقابلہ میں اراجون میں ہمیشہ ان کی اکثریت رہی۔

جب عیسائیوں کے غلبہ کا تیسرا مرحلہ شروع ہوا تو ساری رواداری کو خیرباد کہہ دیا گیا اور مغلوب مسلمانوں پر ظلم و جبر کا ایک نیا باب شروع ہوا۔ یہ مرحلہ وادی شاطہ (Guadalruivir) پر عیسائی قبضہ کے بعد شروع ہوا اور سنہ ۱۲۶۲ء میں لبلہ (Niebla) پر قبضہ کے بعد ختم ہوا۔ لبلہ سرقسطہ میں واقع قلعہ ایوب (Calatayud) کا دوسرا نام ہے۔ اس مرحلہ میں عیسائیوں نے مسلم آبادیوں کو ان کے اپنے ملک سے دربدر کرنا شروع کیا، نیز ان کی نسل کشی کی رفتار تیز کردی۔ اس طرح ایک صدی بھی نہیں گذری کہ مسلمانوں کو مجبوراً یہ سارا علاقہ خیرباد کہنا پڑا، حتی کہ اسپین کے اس حصہ میں ایک بھی مسلمان باقی نہیں بچا۔

عیسائیوں نے ان خالی علاقوں میں ملک کے شمالی علاقوں سے لوگوں کو لاکر آباد کرنا شروع کیا، لیکن ان کی تعداد بہت زیادہ نہیں تھی، اور جو آباد ہوئے ان کے اندر اتنی علمی اور عملی صلاحیت نہیں تھی کہ وہ تجربہ کار مسلمانوں کی جگہ زراعت وحرفت کا کام سنبھال سکیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی سالوں میں اندلس کی اقتصادی حالت بہت تیزی سے خراب ہوگئی، جب کہ مسلمانوں کی ہجرت کے وقت ان علاقوں کی اقتصادیات اوج کمال کو پہنچی ہوئی تھیں۔

اس طرح مسلمانوں کے ہاتھ سے ان کی ساری زمینیں نکل گئیں، صرف ایک غرناطہ کا علاقہ بچ رہا، لیکن اس پر بھی قانونی بالادستی عیسائی حکومت کی ہی تھی۔ مملکتِ نصر نے عیسائی حملوں کی تاب نہ لاکر آخر میں ہتھیار ڈال دیے اور غرناطہ کے مسلمانوں کا مستقبل حملہ آور عیسائیوں کے ہاتھوں میں سونپ دیا، اس طرح کیتھولک عیسائی بادشاہ سنہ ۱۴۹۲ء میں دس سال کی طویل تر جنگ کے بعد مسلمانوں کے اس آخری قلعہ پر بھی قابض ہوگئے اور 'غرناطہ معاہدہ' کی رو سے اسپین سے اسلامی حکومت کا جھنڈا ہمیشہ کے لیے اتار پھینکا گیا۔

یہاں یہ ذکر کرنا فائدے سے خالی نہ ہوگا کہ غرناطہ کے سلسلے میں کیے گئے معاہدات اسپین کے مسلمانوں کے حق میں تھے، کیوں کہ ان معاہدوں کی رو سے انھیں اسلامی عقیدے کے مطابق پوری آزادی کے ساتھ غرناطہ میں رہنے کا حق حاصل تھا۔ اس طرح موریسکیون کی اصطلاح میں مزید وسعت آگئی۔ اس مرحلہ میں معاہدے کی رُو سے ان کو اپنا خاص نظام بنانے کی آزادی دی گئی، ان کی اپنی آزاد فوج تھی، جو معاہدے کی دفعات کے مطابق ان کے مذہب کی حفاظت کی غرض سے تشکیل دی گئی تھی۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ سنہ ۱۴۹۲ء میں تیار کردہ معاہدۂ غرناطہ اسپینی مسلمانوں کے حق میں آخری وثیقہ تھا، لیکن زمانہ بدلنے کے ساتھ اس پر دھول جمتی گئی اور اسپین کی سیاست نے نیا رخ اختیار کرلیا، جو صرف قومی وحدت تک ہی محدود نہیں رہی، بلکہ اس کا دائرہ مذہبی وحدت کو بھی محیط ہوگیا اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ایک نئی مہم شروع ہوئی، جس کی رو سے اندلس کی ساری انسانی آبادی کو ایک کیتھولک مذہب کی اکائی میں آنا تھا، حتی کہ اس کی بھی اجازت نہیں دی گئی کہ کوئی کیتھولک مذہب کے علاوہ دوسرا عیسائی مذہب اختیار کرے۔ ان حالات میں اس بات کو کیسے برداشت کیا جاسکتا تھا کہ کوئی

اسلام یا یہودیت پر قائم رہے۔

حکومت نے جگہ جگہ تحقیقاتی محکمے قائم کیے اور مسلمانوں کے حقوق سے متعلق طے پائے غرناطہ کے معاہدے توڑ دیے۔ جب موریسکیون نے غرناطہ میں اس گندی سیاست کے خلاف آواز اٹھائی تو حکومت کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ اس کے بجائے اس نے کیتھولک مذہب قبول کرانے کی اپنی مہم اور تیز کردی۔ اس کے نتیجہ میں ایک نئے طبقہ کا وجود عمل میں آیا، جومظلوم مسلمانوں کا طبقہ تھا۔ ان پر نو عیسائی یا موریسکیون کی اصطلاح کا اطلاق ہوا۔

سنہ ۱۵۰۱ء سے غرناطہ میں ان موریسکیون کا وجود نئے مفہوم میں سامنے آیا۔ دوسرے سال قشتالہ اور لیون میں ان کو زبردستی عیسائی بنانے کی مہم اور تیز کی گئی، اس کے بعد سولہویں صدی کی دوسری دہائی سے اراجون کے مسلمانوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ بھی کیتھولک مذہب قبول کرلیں۔

ان ساری مجبوریوں اور ظلم وستم کے باوجود عام طور پر یہ موریسکیون اپنے اسلامی عقیدے پر پورے اخلاص کے ساتھ قائم رہے، نیز اپنے دینی شعائر کو چھپ چھپ کر انجام دیتے رہے، جس کے نتیجہ میں تحقیقی محکموں کے سامنے انھیں آئے دن خطرات کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور ان پر ظلم وجبر کے پہاڑ توڑے جاتے تھے۔ ان کی تمام سرگرمیوں پر حکومتی مشنریاں ہروقت نظر رکھتی تھیں۔ پھر انھیں مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی تمام دینی کتابیں حکومتی اداروں کے پاس جمع کروادیں۔ یہ مہم بھی چلائی گئی کہ وہ جمعہ کے دن اپنے گھروں کے دروازے کھلے رکھیں، تاکہ بہرصورت ان کی نگرانی کی جاسکے اور معلوم کیا جاسکے کہ کہیں وہ اس دن اپنے مذہبی رسوم تو ادا نہیں کررہے ہیں؟

اسی طرح انھیں اس بات پر بھی مجبور کیا گیا کہ وہ اپنے خاص حمّام استعمال کرنا چھوڑ دیں اور اسلامی طہارت سے باز رہیں، نیز عربی ثقافت کو ترک کرکے عیسائی ثقافت کو گلے لگائیں، عیسائی مذہب کے مطابق لباس زیب تن کریں، نماز روزے چھوڑ دیں اور خنزیر کا گوشت کھائیں۔ عورتوں کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ پردہ کریں، بلکہ بعض جگہوں پر تو ایسے واقعات پیش آئے کہ عیسائیوں نے پورے جبر وتشدد کے ساتھ ان لاچار عورتوں کو بے نقاب کیا، تاکہ عیسائی مذہب کے مطابق ان کی تربیت ہوسکے۔ مجموعی طور سے وہ اس بات پر مجبور

کیے گئے کہ اپنی زندگیوں کو مکمل طور پر تبدیل کرلیں اور اپنا تشخص ختم کردیں۔

لیکن قربان جائیے ان موریسکیون پر کہ ان ساری پریشانیوں، تنگیوں، نیز ظلم و جبر کے باوجود یہ پوری شدت کے ساتھ اسلام سے چمٹے رہے۔ یہ لوگ خفیہ طریقہ سے جمع ہوتے، تاکہ جماعت سے نماز ادا کرسکیں اور نیز دینی مسائل سے واقفیت حاصل کریں۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے مختلف تدابیر اور ذرائع استعمال کیے۔ پوشیدہ ادب (درپردہ خط وکتابت) ان میں سے ایک اہم ذریعہ تھا، جس نے ان کی دینی تعلیم اور ظلم کا مقابلہ کرنے میں کافی تعاون کیا۔ (اس کی تفصیل آگے رہی ہے)۔

جب پانی سر سے اونچا ہوگیا تو موریسکیون نے مختلف جگہوں پر بغاوت کردی، لیکن بہادری سے ڈٹے رہنے اور مقابلہ کرنے کے باوجود انھیں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی، جس کی وجہ سے ان کے حالات اور بھی خراب ہوتے چلے گئے۔ سولہوی صدی عیسوی کی چھٹی دہائی سے ان کی ملک بدری کی مہم اور تیز کردی گئی، جس سے معاشرہ میں عیسائیوں اور مسلمان موریسکیون کے مابین بغض وعداوت کی آگ اتنی زیادہ بھڑک گئی کہ حکومتی اداروں نے اسلامی عناصر کو ان کی اصل سے اکھاڑ پھینکنے کی اپنی مہم مزید تیز کردی، اس طرح یہ جماعت اسپینی معاشرہ کا ایک بیکار جز بن کے رہ گئی۔ اس کا حتمی نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۶۰۹-۱۶۱۰ء کے مابین انھیں مکمل طور پر اسپین سے جلاوطن کردیا گیا۔

ان مہاجر خاندانوں میں سے بیش تر نے مراکش کے علاقوں کا رخ کیا، جہاں اب تک ان کی نسلیں آباد ہیں۔ یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ ان کو اپنے وطن سے اس قدر جذباتی لگاؤ تھا کہ وہ مجبوری کی اس ہجرت کے باوجود اپنے اندر آبائی وطن کی طرف لوٹ جانے کی شدید خواہش رکھتے تھے، لیکن وہ کیا کرتے، وہ اپنی اس جلاوطنی پر مجبور تھے۔ بہرکیف اگرچہ موریسکیون کو جانی و مالی نقصان سہنا پڑا، نیز وہ جلاوطنی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوئے، لیکن ان کے اسپین سے چلے جانے سے ملک کو سب سے زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔ پہلا نقصان تو یہ ہوا کہ ملک کو موثر کارکردگی والوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔ یہ سب سے بڑا سبب تھا جس سے ملک میں سترہویں صدی میں خطرناک اقتصادی گراوٹ آئی، خاص کر ان علاقوں میں، جہاں جلاوطن

موریسکیون کی شرح آبادی زیادہ تھی۔ ان میں سرفہرست بلنسیہ آتا ہے، جہاں ان کی آبادی تینتیس (۳۳) فی صد تھی، پھر اراجون، جہاں ان کی آبادی بیس (۲۰) فی صد تھی۔

جب موریسکیون کی حتمی جلاوطنی شروع ہوئی اس وقت کی نسل کی ثقافتی حالت اس حد تک گر چکی تھی کہ وہ لوگ عربی زبان سے تقریباً نابلد ہو چکے تھے، لیکن ایسا لگتا ہے کہ بلنسیہ میں رہائش پذیر بعض خاندان ایسے بھی تھے جو عربی زبان پر قدرت رکھتے تھے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اراجون کے موریسکی خاندان اپنے بچوں کو ان کے پاس عربی اور دینیات کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیجتے تھے۔ اسی طرح جب انھیں کسی مسئلہ پر کچھ لکھنے کی ضرورت پیش آتی تو مجبوراً اسپینی زبان میں لکھنا پڑتا تھا۔

اس دور میں موریسکیون کے ذریعے ایک ادب پروان چڑھا جسے 'الخمیادی ادب' (La Literature Algamida) یعنی عجمی یا موریسکی ادب کا نام دیا گیا۔ دراصل یہ اصطلاح عربی کے لفظ 'اعجمی' سے مشتق ہے۔ یہی وہ زبان تھی جو اگرچہ اسپینی زبان میں لکھی جاتی تھی، لیکن اس میں عربی کا پورا پرتو ہوتا تھا۔ اسی زبان کو موریسکیون نے اپنی ادبی، ثقافتی اور دینی سرگرمیوں کے لیے سولھویں صدی تک اپنائے رکھا۔ ان مسلمانوں کو جب عیسائی بنانے اور ان پر ظلم کرنے کی مہم شروع ہوئی تو ان کے لیے ضروری ہوگیا کہ وہ بہت احتیاط برتیں اور اس زبان میں موجود اپنے علمی سرمایہ کو پوشیدہ رکھیں۔

یہاں یہ ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ یہ سارا علمی سرمایہ قلمی تھا، جس میں سے ایک کی بھی طباعت نہ ہوسکی تھی۔ اس کی صاف وجہ یہ تھی کہ یہ سارے قلمی نصوص چھپ چھپا کر لکھے گئے تھے اور انھیں موریسکیون نے حکومت کے خوف سے پوشیدہ جگہوں، جیسے غاروں، گھروں کے تہ خانوں، دیواروں، اور چھتوں کے مخصوص اندرونی حصوں میں چھپا رکھا تھا۔ یہ قلمی نسخے ان کی مکمل جلاوطنی کے بعد بھی اپنی جگہ سالہا سال تک پڑے رہے۔ کافی مدت کے بعد ان کو دریافت کیا گیا۔ ان میں سے ایک قلمی نسخہ اسکوریال لائبریری میں محفوظ ہے۔ اس پر درج ذیل عبارت منقوش ہے: ''سنہ ۱۷۹۵ء میں شہر De Agreda کے ایک مکان کے انہدام کے بعد اس کی دیواروں کے اندر سے دو عربی کتابیں برآمد ہوئیں، جن میں سے ایک کو مقامی

سرکاری افسر F.S. Jose Perez Caballero کے پاس بھیج دیا گیا، جب کہ خوش قسمتی سے دوسری میرے حصے میں آئی۔''

اس نوعیت کا سب سے بڑا ذخیرہ سنہ ۱۸۸۴ء میں سرقسطہ میں واقع Al Monacide de La Sirra میں ایک کتاب فروش کے پاس پایا گیا، جو ایک سو پچاس (۱۵۰) قلمی کتابوں پر مشتمل تھا۔ یہ سارا علمی خزانہ آج کل مدرید کی فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز کی ملکیت ہے۔

ان قلمی کتابوں کی تدوین سولھویں صدی عیسوی یا پھر سترہویں صدی کی پہلی دہائی میں، یعنی اس وقت ہوئی تھی جب موریسکیون نہایت مظلومیت کی زندگی گزار رہے تھے، لہٰذا یہ تحریریں حکومت اور اس کے کارندوں کے خلاف اختیار کردہ وسائل میں سے ایک اہم وسیلہ تھیں۔ ان نصوص سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے مذکورہ صدیوں میں اسپین کے سرکاری مذہب کو نہ مانا، اس کے بجائے وہ اپنے آبائی دین پر پوری شدت کے ساتھ قائم رہے اور اپنے دینی تشخص کی ہر ممکن طریقے سے حفاظت کرتے رہے، لیکن ان بیچاروں کی بدقسمتی تھی کہ اسلام کی رسّی پوری مضبوطی سے تھامنے کے باوجود سیاسی اور اجتماعی دباؤ کی وجہ سے وہ بہت سی اسلامی عادات اور طریقوں کو چھوڑ چکے تھے۔ اس کا مضحکہ خیز پہلو یہ ہے کہ وہ سرکاری طور پر کیتھولک تھے، لیکن اندر سے مسلمان۔ یہ ان کے لیے ایک بہت ہی پریشان کن امر تھا۔ جب معاملہ حد سے گذر گیا تو ان کے علماء اور فقہاء نے انھیں اجازت دے دی کہ انھیں اپنے عقیدے اور مذہب کے اظہار کی ضرورت نہیں، اس کے بجائے وہ پردہ پوشی اختیار کرتے ہوئے سرکاری مذہب قبول کرنے کا دکھاوا جاری رکھیں اور خفیہ طریقہ سے اپنے اصلی دینی شعائر کو انجام دیں۔ اس وقت 'تقیہ' کی اصطلاح وضع ہوئی۔

اس طرح موریسکیون نے عیسائیوں کے ساتھ گھل مل کر زندگی گذارنی شروع کی، لیکن جلد ہی انھیں اس چیز کا ادراک ہوگیا کہ اگر انھوں نے کوئی اہم قدم نہیں اٹھایا تو عیسائی ثقافت ان کی اگلی نسلوں میں سرایت کر جائے گی اور اس نقّالی کے نتیجہ میں ان کا اپنا دینی تشخص پوری طرح مجروح ہوکر رہ جائے گا، پھر وہ دن دور نہیں ہوگا جب وہ اور ان کی آنے والی نسلیں مکمل طور سے عیسائی ہو چکے ہوں گے۔

ان حالات میں الخمیادی ادب کی اہمیت مزید بڑھ گئی اور موریسکیون نے اپنے معاشرہ میں اسے مزید رواج دیا۔ اس مظلوم اقلیت کی مذہبی اور شرعی معلومات کی حفاظت میں اس ادب کا اہم کردار تھا۔ ان کے پاس یہی ایک راستہ تھا جس کے ذریعہ وہ مذہبی اور شرعی معلومات سیکھتے اور اسلامی شعائر سمجھتے تھے۔ اس طرح رفتہ رفتہ اس ادب میں مزید وسعت آتی گئی اور اس کا دائرہ دینی مسائل کے ساتھ عام واقعات اور موریسکیون کی خیالی دنیا، داستانوں اور لوک کہانیوں نیز دقیانوسی خیالات تک وسیع ہوتا چلا گیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ موریسکی ادب کو اعلیٰ درجے کا ادب قرار نہیں دیا جاسکتا، لیکن اس کے باوجود اس کی ایک خاص اہمیت ہے۔ وہ یہ کہ اس کے ذریعہ ان چیزوں کے بارے میں اظہار خیال کیا گیا جو صرف مظلوم موریسکیون کی دینی، سیاسی اور معاشرتی زندگی سے متعلق تھیں۔

یہاں ہم ان قلمی نسخوں سے ایک موریسکی مصنف کے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں، جن سے ان مسلمانوں کی دینی اور معاشرتی حالت پر روشنی پڑتی ہے، لیکن یہاں یہ ذکر کرنا مفید ہوگا کہ مصنف موریسکیون کے تفصیلی حالات بیان کرنے کے بجائے مختلف موضوعات کو پیش کرنے کے دوران ہی کوئی اہم تاریخی یا دینی موضوع کی طرف اشارہ کردیتا ہے، جیسا کہ درج ذیل نص میں بیان کیا گیا ہے:

> ''دنیا کے مالک نے طرطوشہ (Tortosa) کے دروازے پر ایک فرشتہ بھیجا ہے، جو متقی و پرہیزگاروں کو معافی عطا کررہا ہے۔ وہ خدا ہی ہے جو مارتا اور جلاتا ہے۔ اس سرزمین پر بسنے والے مسلمان مکہ میں رہنے والے مسلمانوں سے افضل واعلیٰ ہیں''۔

موریسکی مؤلف اس اقتباس میں یہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ طرطوشہ میں رہنے والے مسلمان متقی و پرہیزگار ہیں، نیز اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کا شفیع موجود ہے۔ وہ مزید یہ وضاحت کرتا ہے کہ مکہ میں رہنا آسان ہے، مگر اسپین کے حالات یہاں کے مسلمانوں کے لیے سازگار نہیں، اس کے باوجود وہ یہاں رہ رہے ہیں، لہٰذا وہ ایمان کے اعتبار سے مکہ میں رہنے والے

مسلمانوں سے افضل ہیں، بشرطے کہ وہ سپر نہ ڈالیں اور اپنے ایمان پر جمے رہیں۔

ان قلمی نصوص میں بہت سے مجموعے مکمل ہیں، جو روز مرہ کی زندگی پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہیں۔ کچھ مجموعے تجارتی، قانونی، شخصی نوعیت کی خط و کتابت پر مشتمل ہیں، جو شہر 'بون' میں ۱۹۶۵ء میں شائع کیے جا چکے ہیں۔ باوجود یہ کہ یہ تحریریں خالص ذاتی نوعیت کی ہیں اور عام معاشرے سے ان کا کوئی تعلق نہیں، لیکن پھر بھی یہ ہمارے لیے کافی مفید ہیں، کیوں کہ ان سے ہمیں محدود مادی زندگی کے متعلق کافی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ وہ کون سے موضوعات ہیں جو موریسکی ادب میں بیان کیے گئے ہیں؟ اس سوال کے جواب کے لیے ان موضوعات پر ایک سرسری نظر ڈالنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ یہاں یہ اشارہ فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ موریسکی ادب کے قلمی نسخے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ ان میں سے بہت تھوڑے اجزاء چھپ کر منظر عام پر آسکے ہیں۔ (میرے لیے فخر کی بات ہے کہ میں نے ان میں سے کچھ قلمی نسخوں کو تحقیق کے ساتھ شائع کیا ہے)۔ اگر ان تمام قلمی نسخوں کو تحقیق کے ساتھ طبع کر دیا جائے تو مزید حقائق سے پردے اٹھیں گے اور جدید موضوعات سامنے آئیں گے۔ یہاں موضوعات کی تفصیل پیش کرنے کے بجائے صرف چند مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

کچھ قلمی نسخے ایسے ہیں جو ایک جیسے موضوعات بیان کرتے ہیں، جب کہ دوسرے نسخے مختلف موضوعات پر مشتمل ہیں۔ ان موضوعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بغیر منصوبہ بندی کے لکھے گئے ہیں۔ اسی قسم کے قلمی نسخے عام طور پر موریسکی ادب کی صحیح نمائندگی کرتے ہیں۔

آیئے قلمی نسخہ نمبر ۳ پر ایک نظر ڈالیں، جو مدرید کے مرکز دراسات عربی کی ملکیت ہے اور جو میرے شائع کردہ مواد کا سب سے اہم جزء ہے۔ یہ موریسکی ادب کے متنوع موضوعات پر مشتمل ہے، لہٰذا سب سے پہلے میں اسی کے نمونے پیش کرتا ہوں۔

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ اس قلمی نسخے میں دینی و شرعی امور سے متعلق بہت سے موضوعات زیر بحث ہیں، مثلاً قرآن کی آیات، اس کی تفسیر، احادیث شریفہ اور اس کی توضیحات۔ کچھ نصوص ایسے بھی ہیں جو دینی فرائض و واجبات، مثلاً ارکان اربعہ کی تفصیلات پر

مشتمل ہیں۔ان موضوعات میں سب سے زیادہ ذکر طہارت کا آیا ہے اور جگہ جگہ اس کی طرف اشارے کیے گئے ہیں۔مثلاً موریسکی مصنف رقم طراز ہے:

”اگر انسان کو مجبوری کی حالت میں زندہ خنزیر اٹھانا پڑے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس حالت میں نماز پڑھ لے،لیکن اگر اس نے مردہ خنزیر اٹھایا ہوتو نماز پڑھنا جائز نہیں، یعنی صرف زندہ خنزیر اٹھانے کی صورت میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔“

اس فقرہ کا کیا مطلب ہے؟ عیسائیوں کے بڑے لوگوں کا یہ خیال تھا کہ موریسکی اعتماد کے قابل نہیں۔ چونکہ وہ سرکاری طور پر کیتھولک عیسائی ہوچکے تھے، لہٰذا ان کے لیے ضروری تھا کہ وہ اسلامی شعائر ترک کردیں۔ یہ جاننے کے لیے وہ لوگ ان موریسکیوں کا مختلف طریقوں سے امتحان لیتے تھے اور انھیں مختلف گندے کام سونپتے تھے۔اگر کسی موریسکی نے وہ کام کرنے سے انکار کیا تو اس کا شمار غدّاروں میں کیا جاتا تھا اور اسے بہت سخت حالات سے گزرنا پڑتا تھا۔اس لیے علماء کے درج بالا فتوے سے اس مسئلہ کا حل نکالا گیا۔

اسی طرح شراب نوشی کے حوالے سے درج ذیل عبارت ملاحظہ ہو:

”شراب بنانے کی نیت سے جو شخص انگور کی بیلیں لگائے وہ بھی ملعون اور جو شراب بنانے کے لیے اسے اٹھائے وہ بھی ملعون،اور جو شراب بنانے کے لیے انگور بیچے وہ بھی ملعون،اور جو شراب نچوڑے وہ بھی ملعون،اور جو پیے وہ بھی ملعون۔“

درج بالا عبارت میں ہم نے دیکھا کہ لکھنے والے نے شراب اور اس کے بنانے کے کسی بھی مرحلے سے چشم پوشی اختیار نہیں کی، بلکہ اس کے نزدیک شراب ہمیشہ اور ہر حال میں ملعون اور حرام ہے، پھر یہ نص بہت ہی خوب صورت جملے پر ختم ہوتی ہے۔عبارت یوں ہے:

”شراب جسم میں چالیس دن تک باقی رہتی ہے اور اگر اس مدت میں وہ شخص مرجائے تو اس کا شمار کافروں میں ہوگا“۔

روزہ اور زکوٰۃ وصدقات کے متعلق بھی تفصیلی ذکر آیا ہے اور مصنف ان کو مکمل شرح وتفصیل سے بیان کرتا ہے۔اس کے علاوہ کئی کئی صفحات میں وراثت کی تقسیم کو تفصیل سے بیان

کیا گیا ہے۔ یہاں اس کی ایک چھوٹی سی مثال پیش کی جاتی ہے:

''میں جانتا ہوں کہ ترکہ کیسے تقسیم کرنا ہے۔ اگر تمھارا پڑوسی مرجائے تو تمہارے اوپر واجب ہے کہ اس کی زمین و جائداد اس کے ورثہ میں تقسیم کرو اور اس حوالے سے معلومات حاصل کرو''۔

اسی طرح کچھ نصوص عام اخلاقیات، معاشرتی تعلقات، پرسنل لا، قرض کے لین دین اور اس کی شروط، عید اور تہواروں کو تفصیل سے بیان کرتی ہیں، تو کچھ دوسری نصوص کفن دفن کے طور طریقوں کی وضاحت کرتی ہیں۔ بعض نصوص میں ان کے درمیان رائج تعویذ گنڈوں کا بھی تفصیلی ذکر ملتا ہے۔

موریسکیون کا اعتقاد تھا کہ انھیں ایک نہ ایک دن مرنا ہے اور دوسری دنیا میں اللہ تعالیٰ کے رؤ برؤ حاضر ہونا ہے، لہٰذا کائنات کی تخلیق اور قیامت کے حوالے سے بھی بہت سے موضوعات ان قلمی نسخوں میں کثرت سے آئے ہیں۔ مثلاً موریسکی مصنف رقم طراز ہے:

''اللہ تعالیٰ تمھیں زندگی بخشے، جو اس پر قادر ہے۔ وہ اللہ ہی ہے جس کے پاس ہر چیز کا علم ہے۔ جب اللہ نے فرشتہ کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ جاؤ اور مرد اور عورت کے نطفہ کا ایک قطرہ لاؤ اور میرے سامنے رکھو۔ فرشتہ نے کہا: یارب تو اس قطرے سے کیا بنانا چاہتا ہے؟ کیا وہ مخلوق مرد ہوگا یا عورت؟ اللہ نے فرمایا: جو میں چاہتا ہوں وہ ہو جائے گا۔ فرشتہ نے پھر کہا: کیا یہ مخلوق بھلا انسان ہوگا یا برا، فقیر ہوگا یا مال دار، کم زور ہوگا یا طاقت ور، دنیا میں سست اور کاہل بن کر رہے گا یا چست اور پھرتیلا اور کیا اس کا ٹھکانا جنت ہوگی یا اسے دوزخ میں ڈھکیلا جائے گا؟ اللہ نے فرمایا: اے میرے فرشتے! یہ اور ساری چیزیں میرے ارادے کے مطابق ہوں گی، میں اللہ ہوں، جو پیدا کرتے وقت ہر چیز پر قادر ہوتا ہے، چاہے اچھا ہو یا برا۔ پھر اللہ فرشتہ سے فرمائے گا: ایک مٹھی مٹی لو، جہاں سے تم مٹی لوگے وہیں اس مخلوق کی قبر ہوگی اور وہیں وہ دفنایا جائے گا''

موریسکیون کی تصنیفات میں ابتدائی اسلامی تاریخی شخصیات کا ذکر کافی تفصیل سے آیا ہے، مثلاً حضورﷺ، امہات مومنین، خلفاء راشدین وغیرہ۔ اس کے علاوہ قرآن میں مذکور

انبیاء کی سیرتوں کا بھی ذکر آیا ہے۔مخلوقِ اول یعنی آدم وحوا کی تخلیق کا پورا واقعہ بیان کیا گیا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا واقعہ بھی مذکور ہے۔ جہاں تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تعلق ہےتو ان کا ذکر ان کی تقریباً ہر تصنیف میں متعدد بار کیا گیا ہے۔

موریسکی مصنفین اپنی تحریروں میں جن موضوعات کو پیش کرتے ہیں ان میں کافی تنوع پایا جاتا ہے۔ان موضوعات کو وہ کبھی اجمالی طور پر بیان کرتے ہیں تو کبھی تفصیل کے ساتھ،کبھی قصے میں موجود شخصیات کی زندگی پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہیں تو کبھی پورا قصہ کسی ماورائی شخصیت کے ارد گرد گھومتا ہے۔

ان قلمی نسخوں میں کچھ ایسے موضوعات کا بھی احاطہ کیا گیا ہے جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ ان کا تعلق اس دور کے یورپی ادب سے ہے، جیسے پیرس یا فیینا میں 'محبت کی تاریخ'۔ اس طرح کے قصوں اور ناولوں کا موریسکیون کی تصنیفات میں پایا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنے آس پاس کے عام وخاص اسپینی عیسائی ادب وثقافت سے باخبر تھے، جو اسلامی عیسائی دنیا کے مابین آپسی اتحاد کی بھی دلیل ہے۔

ان قلمی نسخوں میں بہت سی نصوص کا تعلق تصوف سے ہے۔اس لیے کہ اس دور میں تصوف پورے اسپین میں پھیلا ہوا تھا۔ یہاں یہ ذکر کرنا مفید ہوگا کہ اسپین کے تصوف میں اگر کچھ اثرات مشرق کے تھے تو کچھ اثرات عیسائی تصوف کے بھی پائے جاتے تھے، جس کی ایک جھلک درج ذیل قصہ میں صاف نظر آتی ہے:

> ''حضرت ذوالنون المصری بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن مکہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ میرے سامنے ایک مجذوب بھی بیٹھا ہوا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے پاس ایک شخص آیا اور چاندی کے سکوں سے بھری ایک تھیلی اس کے سامنے رکھ دی۔ مجذوب نے اس شخص سے کہا: اس پر میرا کوئی حق نہیں، اس کو یہاں سے اٹھاؤ اور فقراء ومساکین میں تقسیم کردو۔ جب شام ہوئی تو اس مجذوب کو ندی کے پاس دیکھا گیا کہ وہ کھانے کی کوئی چیز تلاش کررہا ہے۔ اس سے کہا گیا کہ اگر تم کچھ درہم لے لیتے تو تمھیں یہاں کھانے کی چیز تلاش کرنے کی

ضرورت نہ پیش آتی۔ مجذوب نے جواب دیا: مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ میں اس وقت تک زندہ رہوں گا‘‘۔

آیئے اب ہم ان قصائد کا تذکرہ کریں جو رسول اللہ ﷺ کی مدح میں پیش کیے گئے ہیں۔ ایک موریسکی شاعر کہتا ہے:

’’اے پروردگار! ہمیں معلوم ہے کہ صبح و شام نہیں ہوتی
روشنی، تاریکی نہیں ہوتی،
فتح و کامرانی نہیں ہوتی،
مگر تیرے حکم سے اور محمد ﷺ کے فضل سے‘‘۔

’’اے ہمارے محبوب، اے محمد ﷺ!
جنت و جہنم کی کوئی تاثیر نہیں،
عرش و کرسی میں کوئی حرکت نہیں،
آسمان و زمین کھولے نہیں جاتے،
مگر آپ کی محبت اور آپ کے صدقے میں‘‘

موریسکی ادب میں بعض مخصوص نمازوں اور دعاؤں کا بھی جابجا ذکر ملتا ہے، مثلاً ایک قلمی نسخہ میں قحط سالی کے وقت بارش کی یہ دعا ملتی ہے:

’’اے اللہ! ہمارے دعائیں سن لے، ہمارے گناہ معاف کر اور ہماری حاجت روائی کر۔ اے پروردگار! ہمیں پانی عطا کر۔ اے ہمارے مولا، اے اللہ! تجھے تیری عزت و جلال کا واسطہ، ہمارے گناہوں کو معاف کردے اور ہمیں عطا کر، ہماری دعائیں سن لے اور ہمیں پانی عطا کر‘‘۔

کچھ قلمی نسخے مذہبی بحث و مباحثہ پر مشتمل ہیں۔ ان میں عقیدے سے متعلق مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں کے مابین واقع مباحثے تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ کچھ کتابیں رسول اللہ ﷺ کے نسب سے متعلق ہے، جو حضرت آدم سے شروع ہو کر آپ ﷺ پر ختم ہوتا ہے۔ اس زمرے میں سب سے اہم نسخہ وہ ہے جس کا نام ’کتاب الانوار‘ ہے۔ اس کے اہم موضوعات میں ’نورِ الٰہی‘ کا موضوع سب سے اہم ہے۔ اس کے متعلق ان موریسکیون کا یہ

اعتقاد تھا کہ وہ باپوں سے بیٹوں میں ماؤں کے ذریعہ منتقل ہوتا ہے، لیکن اس کی کرنیں محمد (ﷺ) کے نور سے آتی ہیں جو اس سلسلے کی سب سے آخری اور اہم کڑی ہے۔

کچھ نصوص ایسی بھی ہیں جن میں خاص طور سے طب پر سیر حاصل بحثیں کی گئی ہیں اور عام طبّی علاج سے گھریلو علاج تک کے موضوعات تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔ دوسرے کئی قلمی نسخوں میں ان کے تانے بانے جادو اور ٹونے ٹوٹکے سے جا ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہم ان موریسکیون کو بیماریوں کے علاج میں فلکیات اور علم تنجیم پر بھی بھروسہ کرتے ہوئے پاتے ہیں۔ مزید آگے بڑھتے ہیں تو وہ تعویذ گنڈوں کے جال میں بندھے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، جو ان کی اخلاقی پستی اور اعتقادی زبوں حالی کے آئینہ دار ہیں۔ ان کا اعتقاد تھا کہ قرآنی آیات اور جادو ٹونے سے ہر علاج ممکن ہے، چاہے وہ بخار کھانسی ہو یا کسی طرح کی نحوست، حتی کہ اگر کسی مرض کی وجہ سے نیند نہ آرہی ہو تو اس علاج سے نیند آنے لگے گی، نیز اس کے ذریعہ عورتوں کا بانجھ پن بھی دور کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک طریقۂ علاج ملاحظہ ہو:

> ''کسی شخص کے ہونٹ جلتے ہوں تو اس کا علاج یہ ہے: کاغذ کا ایک ٹکڑا لیں اور اس کے ایک کنارے سورۃ القدر کی آیت (اِنَّا اَنۡزَلۡنٰهُ فِيۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ) لکھیں، پھر مریض اس کی طرف دیکھے، لیکن اس کے سامنے آگ کا الاؤ بھی ہو، نیز صبح و شام ایک ایک جائفل کھائے اور جب سینے کی طرف دیکھے تو ایک جائفل منھ میں رکھ لے، ہر جائفل پر لفظ ''مجلا میش'' (یارب، جو سارے عالم پر قدرت رکھتا ہے، مجھے مت چھوڑ) کندہ کرے۔ اس طرح ان شاء اللہ شفا پا جائے گا''۔

اس طرح کے اعتقادات سے صاف ظاہر ہے کہ ان کی عام سماجی اور اخلاقی حالت تیزی کے ساتھ زوال پذیر ہو چکی تھی، نیز علماء کی بے راہ روی اور علم سے ان کی بیگانگی کی وجہ سے ان کے معاشرے میں تعویذ گنڈوں پر بے جا اعتقاد اور جادو ٹونے سے سہارا لینے کی روش عام ہو چکی تھی، جو کسی مضبوط معاشرہ یا محکم اخلاقی نظام میں عام نہیں ہو سکتی تھی، لیکن اس کی وجہ یہ مظلوم قوم خود نہیں، بلکہ عیسائی حکومت کا وہ قہر و جبر تھا، جس کی وجہ سے نہ ان کی دینی تعلیم و تربیت صحیح ڈھنگ سے ہو سکی اور نہ انھیں دنیوی تعلیم حاصل کرنے کا موقع میسر ہو سکا۔ ☆☆☆